شراکت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر فریدالدین شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج ڈیرہ اسمٰعیل خان

شراکت کا شرعی جواز شراکت کاروباری معاہدہ کی ایک شکل ہے جس کا جواز قرآن و سُنت آثار صحابہ۔ اجماع امت اور قیاس سے ثابت ہے۔

کاروبار میں شراکت کا رواج مضاربت کی طرح عہد اسلامی میں ایام جاہلیت کے کاروباری طریقوں سے اتباع کے نتیجہ میں ہوا۔ عہد اسلامی میں جب شراکت کو اپنایا گیا تو اس میں اسلام کی روح داخل کر دی گئی اور اس طریقہ تجارت کو فاسد عناصر سے پاک کر دیا گیا۔ ان تمام باتوں کو جن سے بیع و شراء کے معاملہ کے فاسد ہونے کا امکان تھا انہیں ممنوع قرار دے دیا گیا۔ فسق و فجور دھوکہ فریب، خیانت، سُود جیسے عناصر شراکت کے معاملات سے خارج کر دیئے گئے۔ ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ تک شراکتی کاروبار اسلام کے ان اصولوں پر قائم رہا جن کی ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ لہٰذا صرف وہی شراکت اور تجارت اسلام کے مطابق صحیح ہوگی جسے اسلام کا اصول صحیح قرار دیتا ہوگا۔ اور جو تجارت یا شراکت اصول اسلام سے انحراف اور تصادم کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کی جائے گی شرعی نقطہ نگاہ سے حرام قرار پائے گی۔

شراکت کی شرعی حیثیت بھی ایسی ہے جیسے کہ مضاربت کی۔ جن دلائل سے مضاربت کی شرعی حیثیت ثابت ہوتی ہے انھی دلائل سے شراکت کی بھی شرعی حیثیت ثابت ہوتی ہے۔ شراکت کی شرعی حیثیت میرے مقالہ "مضاربت پر ایک تحقیقی مقالہ" (منہاج اسلامی معیشت نمبر شمارہ جنوری۔ اپریل ۱۹۹۲ء میں دیکھی جاسکتی ہے۔

شراکت کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل یعنی ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت ہو تو اس طرح کھا سکتے ہو[1]" یعنی ہر شخص اپنے حصّہ کے مطابق اپنا حق لے۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: فهم شركاء فى الثلث[2]

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شراکت کا جواز ثابت ہے۔

عن السائب المخزومی انه كان شريك النبى صلى الله عليه وسلم قبل البعثة فجاء يوم الفتح فقال مرحبا باخى وشريكى[3]

سائب مخزومی بعثت سے قبل حضور کے ساتھ شریک ہو کر کاروبار کرتے تھے وہ فتح مکہ کے دن حاضر خدمت ہوئے تو عرض کیا میرے بھائی اور میرے ساتھی آپ کا آنا مبارک ہو۔

قال ابن عبد البر السائب بن ابى سائب من مؤلفة قلوبهم وممن حسن اسلامه وكان عن المعمر بن عاش الى زمن معاوية وكان شريك النبى صلى الله عليه وسلم فى اول الاسلام فى التجارة فلما كان يوم الفتح قال مرحبا باخى وشريكى كان لايمارى ولايدارى وصححه الحاكم وابن ماجه كنت شريكى فى الجاهلية - والحديث دليل على ان الشركة كانت ثابتة قبل الاسلام ثم قررها الشرع على ما كانت[4]

ترجمہ: ابن عبد البر کہتے ہیں، سائب بن سائب ابتدا اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تجارت میں شریک تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سائب نے عرض کیا میرے بھائی اور میرے ساتھی آپ کا آنا مبارک ہو۔ آپ نہ تو ترش رو ہوتے اور نہ ہی جھگڑا اور نہ ہی جھگڑا کیا کرتے تھے۔

عن ابى هريرة قال الله عزوجل يقول انا ثالث الشريكين مالم يخن احدهما صاحبه فاذا خانه خرجت من بينهما[5]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں میں دو شریکوں میں تیسرا ہوں جب تک ان میں کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہیں
کرتا۔ جب کوئی خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔
ابن قدامہ لکھتے ہیں شرکت ایک کاروباری معاہدہ کی شکل ہے جو کہ کتاب وسنت اور اجماع سے
ثابت ہے۔ کتاب اللہ سے ثبوت اس آیت سے ہے فهم شركاءُ في الثلث ۔ ۴/۱۲۔
دوسری آیت یہ ہے:
وان كثيرًا من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض الا الذين آمنوا
وعملوا الصالحت وقليل ما هم۔ والخلطاء هم شركاءُ (۳۸ : ۲۴)
سنت رسول سے شراکت کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ اور زیدؓ بن ارقم دونوں ایک
کاروبار میں شریک تھے۔ دونوں چاندی نقد اور اُدھار پر خرید کیا کرتے تھے۔ اس کی اطلاع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپؐ نے دونوں کو حکم فرمایا اگر چاندی نقد خرید کرو تو جائز ہے۔ اور اُدھار سے
جائز نہیں ہے۔ ایک اور روایت بلکہ حدیث قُدسی ہے آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دو شریکوں
کے درمیان میں تیسرا ہوتا ہوں جب تک ان میں کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہیں کرتا جب ان میں
کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت کرتا ہے تو میں دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں ایک اور حدیث
میں ہے آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ان دونوں شریکوں کو تائید حاصل ہوتی ہے جب تک وہ خیانت نہیں
کرتے۔ آخر میں ابن قدامہ لکھتے ہیں تمام مسلم اور فقہاء امت کا شراکت کے جواز پر اجماع ہے[۵]
الھدایہ میں ہے کہ شراکتی کاروبار اسلام میں جائز ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو
لوگوں میں شراکت کا طریقہ جاری تھا۔ آپؐ نے لوگوں کو اس پر برقرار رکھا[۶]
یہ طریقہ تجارت اپنی برکات کیوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر
آج تک لوگوں میں مقبول ہے[۷]
شرکت لغت میں دو حصّوں کو اس طرح مخلوط کرنا اور ملانا ہے کہ امتیاز اور جدائی باقی نہ رہے۔
اصطلاح شرع میں شرکت اس عقد کو کہتے ہیں جو راس المال اور منفعت دونوں میں واقع ہو۔ پس اگر
راس المال میں شرکت نہ ہو صرف منفعت میں ہو تو اس کو مضاربت کہیں گے اور اگر صرف راس المال
میں ہو تو اس کو بضاعت کہیں گے۔

شرکت کی دو قسمیں ہیں شرکت املاک اور شرکت عقود۔ شرکت املاک یہ ہے کہ دو آدمی وراثت، خرید، ہبہ، صدقہ، استیلاء، اختلاط وغیرہ میں سے کسی طریق سے شئی معین کے مالک بن جائیں۔ اس کا حکم یہ ہے اس میں شریکین میں سے ہر ایک دوسرے کے حصّہ میں اجنبی محض ہوتا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی مصر تصرف نہیں کر سکتا۔ شرکت عقد یہ ہے کہ دو آدمیوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے یہ کہے کہ میں فلاں چیز میں تیرا شریک ہوں اور دوسرا اس کو قبول کرے۔ اس شرکت عقد کی چند اقسام ہیں جن میں ایک تحقیقی بحث مقصود ہے۔ اور شراکت کے کاروباری معاہدہ کی ایک شکل کو بیان کرنا ہے

شرکت اموال

دو یا دو سے زیادہ افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ اس معاہدہ کے تحت شریک ہوں کہ سب مل کر کاروبار کریں گے اور کاروبار کے نفع و نقصان میں متعین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ شرکاء کے تمام اموال اس طرح خلط ملط ہو جائیں کہ اُن میں تمیز کرنا غیر ممکن ہو جائے۔ یہ شرط امام شافعی نے عائد کی ہے[۹] غالباً اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شرکار کاروبار کرتے وقت تمام مال کو اپنا مال تصور کر کے نہایت احتیاط سے استعمال کریں اور کسی خاص سودا کو اپنے مال کا سودا سمجھ کر اس پر اپنا ہی حق جتانا شروع کر دیں[۱۰] کتاب المعاملات میں ہے شرکت اموال کی حقیقت یہ ہے کہ چند افراد میں سے ہر ایک معلوم مقدار کی رقم جمع کر کے یہ طے کرے کہ اس سرمایہ سے سب مل کر تجارت کریں گے یا ہر ایک ان میں جداگانہ قسم کی تجارت کریگا یا اس قسم کی کوئی تصریح نہ کرے اور ساتھ یہ بھی طے کر دے کہ ہر ایک اس تناسب سے نفع کا مستحق ہوگا[۱۱] کتاب الفقہ میں لکھا ہے کہ شرکت مال سے مراد یہ ہے کہ دو یا زیادہ اشخاص مال کی ایک مقدار مشترکہ طور پہ لگائیں تاکہ اس سے کاروبار کر کے فائدہ اُٹھایا جائے اور شرکاء میں سے ہر ایک کو منافع کا ایک حصّہ مقرر کیا جائے[۱۲] معالم القرآن میں ہے سرمایہ کے نفع آور استعمال کی دوسری شکل یہ ہے کہ ایک فرد اپنے سرمایہ کیساتھ دوسرے فرد یا افراد سے مل کر کاروبار کرے۔ کاروبار میں ہر شریک سرمایہ اور کاروباری جدوجہد دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس شکل میں نفع اور نقصان میں ہر شریک پہلے سے طے شدہ نسبت کے مطابق حصّہ دار ہوگا۔ یہ شرکت کی سادہ ترین شکل ہے۔ اس شکل میں اور ذاتی کاروبار میں ہونے والے نفع کے اندر اصولاً کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ نیز اگر دو فریق برابر سرمایہ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہوں تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ دونوں نفع اور نقصان میں برابر

شریک ہوں لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک وہ غیر مساوی نسبتیں بھی طے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ ان کا سرمایہ برابر ہے لیکن کاروباری صلاحیتوں اور عملی جدوجہد کے اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق ممکن ہے[13]
فقہ جعفریہ کے ہاں شراکت کی یوں تعریف کی گئی ہے کہ جب دو آدمی آپس میں شراکت کرنا چاہیں تو جب ان میں سے ایک آدمی اپنا کچھ مال دوسرے کے مال کے ساتھ اس طرح ملا دے کہ پہلے کا مال دوسرے کے مال سے علیحدہ تمیز دار معلوم نہ ہو سکے اور پھر اپنی زبان میں شرکت کا صیغہ بھی جاری کر دیں تو اس وقت ہر ایک آدمی دوسرے کا شریک ہو جائے گا[14] نیز اگر یہ شرط نہ کی جائے کہ دو شریکوں میں سے ایک زیادہ منفعت لے تو پھر ان کو اپنے سرمایہ کی نسبت سے نقصان اور نفع ملے گا۔ اگر دونوں کا مال برابر ہو تو پھر نفع اور نقصان بھی نصف نصف کیا جائے اور اگر اس کا سرمایہ مختلف ہو تو پھر جو ان کے سرمایہ میں نسبت ہے اسی نسبت سے نفع اور نقصان آپس میں تقسیم کریں گے خواہ دونوں برابر کام کریں یا ایک زیادہ کام کرے اور دوسرا کم یا دوسرا بالکل کام نہ کرے[15]

شرکت اعمال یا شرکتِ صنائع یا شرکتِ تقبل یا شرکتِ ابدان

عقد شراکت کی دوسری قسم شرکت اعمال ہے یہ وہ ہے کہ چند کاریگر افراد خواہ ایک ہی قسم کی صنعت والے ہوں یا مختلف باہم یہ طے کر لیں کہ ہم اپنی صنعت سے کمائی کریں گے اور مجموعی کمائی کو آپس میں خاص تناسب سے تقسیم کریں گے ایسی شرکت میں دراصل مالی سرمایہ نہیں بلکہ مہارت فن اخلاص اور سچائی ہی ان افراد کی پونجی ہے۔ درحقیقت اس شرکت میں سرمایہ کی جگہ خود شرکاء کا عمل ہوتا ہے۔ مالی سرمایہ کوئی نہیں ہوتا خواہ وہ کاریگر ایک ہی پیشہ سے متعلق ہوں یا مختلف پیشے اختیار کیے ہوں شرکت کر لی کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنا کام کریں گے اور جو کچھ کمائی ہو گی آپس میں تقسیم کر لیں گے۔

المبسوط میں ہے شرکت صنائع اس قسم کے کاروبار تجارت کو کہتے ہیں جس میں چند ہم پیشہ اپنے کاروبار کو شرکت کے ساتھ چلاتے ہیں اور اس کاروبار سے ممکنہ نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں[16] یہ ایک ایسی شرکت ہے کہ لوگوں کا اس میں تعامل بھی ہے اس لیے احناف کے نزدیک یہ شرکت درست ہے۔ بخلاف امام شافعیؒ کے وہ مذکورہ شرکت صحیح نہیں کیونکہ اس شرکت میں اصل ملکیت شرکت مفقود ہے کیونکہ اس شرکت میں لوگوں کا عمل اور کاریگری خلط ملط ہو جاتی ہے۔

شرکت اعمال کو شرکت صنائع بھی کہتے ہیں نیز شرکت تقبل بھی کہتے ہیں یعنی کام قبول کرنا مثلاً

دو صناعوں یا دو درزیوں نے اس شرط پر باہم شرکت کی کہ وہ لوگوں کا کام قبول کریں گے اور اس سے جو آمدنی ہوگی وہ دونوں میں مشترک ہوگی۔ کتاب الفقہہ میں ہے شرکت اعمال یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ صنعت کار ترکھان ہوں یا لوہار ہوں یا ایک ترکھان ہو اور دوسرا لوہار ہو اور دونوں باہم معاہدہ کرلیں کہ بغیر مال لگائے مل کر محنت و مشقت کریں گے اور جو کچھ کمائیں گے اسی کو باہم تقسیم کرلیں گے اور شرکت کی حیثیت یہ ہے کہ ان شرکا میں سے ہر ایک جائز کام حاصل کرنے میں اپنے ساتھی کا وکیل ہوگا خواہ وکیل صنعت کاری میں اچھا ہو یا نہ ہو۔ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے شرکت صنائع کے نام کو شرکت ابدان یا شرکت اعمال یا شرکت تقبل سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ پس دو درزی یا دو کاریگر باہم شرکت کرکے لوگوں سے کام قبول کریں گے اور اس کام کی آمدنی ان دونوں کے درمیان ہوگی تو یہ شرکت جائز ہے چاہے یہ کام میں ہم پیشہ ہوں یا مختلف ہوں۔ لیکن امام زفرؒ ہم پیشہ ہونا درست قرار دیتے ہیں اور مختلف پیشہ کے کاریگروں کو درست نہیں سمجھتے۔ تاہم ایسی شرکت مذکورہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک جائز نہیں۔ توضیح المسائل میں ہے جب دو آدمی یا زیادہ آدمی اپنے کام کی جو مزدوری لیتے ہیں اس میں آپس میں شریک ہونا چاہیں جیسے چند حجامت کرنے والے آپس میں قرار دیں کہ جو بھی انہیں اُجرت ملے گی وہ آپس میں تقسیم کرلیں گے تو ایسی شراکت صحیح نہیں ہے۔

شرکت وجوہ

عقد شراکت کی تیسری قسم شرکت وجوہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد نے ایک شرکت قائم کی۔ کوئی سرمایہ نہیں لگایا بلکہ اُدھار مال حاصل کرکے تجارت شروع کردی اور یہ طے کرلیا کہ نفع و نقصان آپس میں ایک مقررہ نسبت سے تقسیم کریں گے تو یہ شرکت کی مذکورہ صورت شرعاً جائز ہے۔ دوسرے لفظوں میں شرکت وجوہ اُدھار مال سے کاروبار چلانے کو کہتے ہیں۔ مذکورہ صورت کی توضیح یہ ہے کہ شریکین کے پاس مال نہیں بلکہ وہ اپنی وجاہت اور اپنے اعتماد و اعتبار کے ذریعے تاجروں کے یہاں سے سامان اُدھار لاتے ہیں اور فروخت کرکے نفع میں شریک ہوتے ہیں۔ شرکت کی یہ صورت بھی درست ہے اس میں خریدی ہوئی چیز کے اعتبار سے نفع تقسیم ہوتا ہے یعنی اگر دونوں شریکوں نے کوئی چیز نصف نصف خریدی تو نفع بھی نصف نصف ہوگا اور ایک نے تہائی خریدی اور دوسرے نے دو تہائی تو نفع بھی اسی طرح ہوگا اور اگر کسی نے زائد نفع کی شرط لگائی تو شرط باطل ہوگی لیکن شرکت کی یہ صورت امام شافعیؒ اور

امام مالک کے نزدیک جائز نہیں۔

کتاب المعاملات میں ہے اس شرکت کی حقیقت یہ ہے کہ کمپنی یعنی جماعت کے افراد کے پاس نہ مالی سرمایہ ہے نہ صنعت اور نہ ہنر البتہ عوام میں ان کی وجاہت ہے اور عوام ان پر اعتماد کرتے ہیں اسی بنا پر وہ آپس میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم سب چیزیں اُدھار خرید کریں گے اور پھر بیچیں گے ثمن کی ادائیگی کے بعد جو نفع ہو اوہ آپس میں مقررہ تناسب سے تقسیم کریں گے اور اگر نقصان ہو تو وہ بھی اسی تناسب سے برداشت کریں گے ۲۲ ؎

کتاب الفقہ میں ہے شرکت وجوہ یہ ہے کہ دو اشخاص جو ذی وجاہت اور معتبر اشخاص ہوں باہم شریک کار ہونے کے لیے یہ طے کر لیں کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر سامان تجارت خرید کریں گے بعد میں ادائیگی قیمت کے وعدہ پر یا اُدھار خرید کریں اور اس سے جو فائدہ ہو اس میں دونوں کا حق ہے ۲۳ ؎

علامہ سرخسی لکھتے ہیں وشرکة الوجوه من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا من غير نكير وهو الاصل فى جواز الشركة ۲۴ ؎

شرکت وجوہ کی صورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک چلی آرہی ہے اور اس میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ یہی تعامل الناس شرکت وجوہ کے جواز کی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ جواز تعامل ناس ہے کہ عام طور سے اس قسم کا معاملہ بلانکیر کیا جاتا ہے اور تعامل ناس کے سامنے قیاس متروک ہوتا ہے ۲۵ ؎ بہر حال ساکھ اور اعتماد پر مال اُدھار خرید کر لیا جاتا ہے اور بعد از نفع نکالنے کے اصل قیمت ادا کر دی جاتی ہے۔

مشہور ماہرین جدید معاشیات نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً پروفیسر ناسیک لکھتے ہیں "موجودہ زمانے میں قرضہ اور اعتبار کا انحصار زیادہ تر قرض لینے والوں کی شخصیت اور کاروبار کی شہرت اور نیک نامی پر مبنی ہوتا ہے ۲۶ ؎ اس شرکت کو شرکت الضمان اور شرکت المفالسین بھی کہتے ہیں اس قسم تجارت میں ہر شریک کا نفع میں حصہ مساوی ہوتا ہے اور اس میں کمی بیشی جائز نہیں ۲۷ ؎

فقہاء جعفریہ کے ہاں شرکت وجوہ کی صورت یہ ہے کہ جب دو آدمی یا زیادہ آدمی آپس میں قرار دے لیں کہ ہر ایک آدمی اپنے مال کے ساتھ کوئی جنس خرید کرے لیکن اس کی منفعت میں تمام شریک ہوں اور آپس میں تقسیم کر لیں تو ایسی شرکت صحیح نہیں ہو گی البتہ اگر ہر ایک آدمی دوسرے

کو اپنی طرف سے وکیل کرے کہ وہ اس کے لیے مال اُدھار پرلے پھر ہر ایک آدمی مال کے خریدنے کے وقت اپنے لیے اور اپنے ساتھی دونوں کی نیت سے اسی ایک مال کو اس طرح خرید کرے کہ وہ دونوں اس کی قیمت کے مقروض ہوجائیں تو پھر ان کی شراکت ایسے مال میں درست ہے[۲۸]

۱۔ شرکت عنان شرکت اموال[۱]۔ شرکت اعمال[۲]۔ اور شرکت وجوہ[۳] ان تینوں اقسام کی شرکت میں اگر راس المال۔ نفع۔ اور اُجرت کی مساوات کی شرط نہ ہو تو اس کو شرکت عنان کہتے ہیں۔ اس شرکت میں ہر فرد جو معاملہ کریگا دیگر افراد کی طرف سے وہ وکیل متصوّر ہوگا۔

ب۔ شرکت مفاوضہ اگر مندرجہ بالا شرکتوں میں سے راس المال اور نفع کی مساوات جملہ شرکار کے درمیان مشروط ہو تو شرکت مفاوضہ کہا جاتا ہے جس میں ہر فرد جو بھی معاملہ کرے وہ دیگر شرکار کی طرف سے وکیل اور بصورت قرضہ ہونے کے دوسرے شرکار کی طرف سے وکیل اور ضامن متصوّر ہوگا اور کسی معاملے میں ایک شریک کا اقرار دوسرے شرکار کے حق میں بھی اقرار متصوّر ہوگا۔

شرکت عنان اور شرکت مفاوضہ کی توضیح

۱۔ شرکت مال کی دو صورتیں ہیں۔ شرکت مفاوضہ شرکت[۲] عنان شرکت مال میں مفاوضہ کی صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ اشخاص مشترکہ طور پر یہ معاہدہ کرلیں کہ وہ باہم مل کر کام کریں گے اور شرط یہ ہوگی کہ دونوں کا سرمایہ برابر خرچ کا یکساں اختیار اور مذہب ایک ہوگا۔

اور دونوں میں سے ہر ایک تمام ضروری کاموں مثلاً خرید و فروخت میں ایک دوسرے کے ذمہ دار ہوں گے گویا دونوں شرکار امور متعلقہ شرکت میں ایک دوسرے کے وکیل ہیں۔ اس معاہدہ میں صحیح نہیں کہ شرکار مفاوضہ میں کسی ایک کا سرمایہ دوسرے سے کم ہو اس میں یہ شرط ہے کہ سرمایہ مال ایسی شئ ہو جس میں شرکت درست ہوتی ہے یعنی سرمایہ نقدی کی صورت میں ہو اور یہ نہ ہو کہ ایک نے ہزار اشرفی لگائی ہو اور دوسرے نے پانچ سو۔ ہاں اگر مال دونوں کا برابر لیکن شرکار میں ایک کا سامان خانہ تجارت کا مال اور مکان بھی ہو تو یہ ممکن ہوگا کہ ان میں سے ایک کا حق تصرف دوسرے کے حق تصرف کے مقابلہ میں کم ہو۔ نابالغ بچے اور بالغ شخص کے درمیان یہ معاہدہ درست نہ ہوگا اور نہ آزاد شخص اور ماذون غلام میں درست ہے۔ اسی طرح مختلف مذاہب رکھنے والے اشخاص کے

درمیان بھی مشارکت درست نہیں ہے پس مسلم اور کافر کی شرکت صحیح نہیں ہے[۲۹] اور ظاہر ہے مال میں تصرف کی یکسانیت کے لیے دین میں یکسانیت لازم ہے۔

بعض اصحاب فقہہ کہتے ہیں کہ شرکاء باہم مختلف مذاہب کے ہوں تو شرکت مفاوضہ درست ہے البتہ مکروہ ہے۔ چنانچہ طرفین یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مسلم اور کافر کے درمیان صحیح نہیں کیونکہ مساوات فی الدین مفقود ہے۔

البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے[۳۰] اور یہ شرط کہ شرکت کفالت اور شرکت وکالت یعنی مشترکہ ذمہ داری اور مشترکہ نمائندگی میں بھی ہے اگر شرکت کے معاملے میں یہ شرط ملحوظ نہ رکھی گئی تو شرکت باطل ہو جائے گی[۳۱]

شرکت مال کی دوسری صورت شرکت عنان ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دو اشخاص تجارت کے مختلف چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی تجارت مشترکہ طور پر کریں مثلاً گندم یا روٹی کی تجارت میں شریک ہوں۔ یا پھر ہر قسم کے مال تجارت میں شریک ہوں اس میں کفالت کی شرط نہیں رکھی جاتی یعنی فریقین ایک دوسرے کے نقصان یا مال کے ذمہ دار نہیں ہوتے لہٰذا اس میں وکالت تو ہوتی ہے کفالت نہیں ہوتی[۳۲] وکالت ہونے اور کفالت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی نمائندگی تو کرتا ہے لیکن دوسرے کے نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ شرکت مسلمان اور کافر کے درمیان نیز نابالغ یا غلام ماذون اور بالغ شخص کے درمیان ہو سکتی ہے اور اس میں راس المال یعنی سرمایہ کے حصص کا برابر ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ غرض مالی شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان میں فرق یہ ہے کہ شرکت مفاوضہ میں شرکاء کفالت کے اہل ہوتے ہیں اس لحاظ سے کہ شرکاء بالغ آزاد اور ہم مذہب ہوتے ہیں اور سرمایہ میں سب کا حصہ برابر ہوتا ہے لیکن شرکت عنان میں یہ شرط نہیں ہوتی۔

۲۔ **شرکت اعمال** کی بھی دو صورتیں ہیں یعنی اعمال میں شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان۔ اعمال میں شرکت کی پہلی صورت شرکت مفاوضہ ہے۔ اس شرکت کے معاہدہ میں لفظ مفاوضہ یا اس کا ہم معنی لفظ استعمال کیا جاتا ہے بایں طور کہ فریقین صنعت کار باہم یہ شرط کرلیں کہ ہم مل کر کام ہاتھ میں لیں گے اور نفع نقصان میں باہم برابر کے شریک ہوں گے اور یہ کہ ہر حالت میں جو سلسلہ شرکت کار پیش آئے اس میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ دار ہوں گے۔

شرکت اعمال کی دوسری صورت شرکت عنان ہے اور وہ یہ ہے کہ شرکار کے کام اور اجرت میں تعاون کی شرط طے ہوئی ہو بایں طور کہ مثلاً شرکار یہ طے کریں کہ ان میں سے ایک کو کارکردگی کے صلہ میں دو تہائی ملے گا اور دوسرے کو تہائی ملے گا اور نفع نقصان بھی اسی نسبت سے ہوگا۔ یہی حکم اس صورت میں ہوگا جبکہ معاہدہ میں لفظ عنان استعمال کیا جائے یعنی عنان ایسی شرکت کو کہتے ہیں جس میں شرکار کے درمیان امتیاز روا رکھا گیا ہو۔

۳۔ **شرکت وجوہ** کی بھی دو صورتیں ہیں۔ مفاوضہ اور عنان۔

شرکت وجوہ مفاوضہ یہ ہے کہ دونوں شرکار کفالت کے اہل یعنی ایک دوسرے کی ذمہ داری اٹھانے والے ہوں اور یہ کہ دونوں آدھے آدھے مال کے خریدار متصور ہوں گے یعنی دونوں میں ہر ایک پر دام کی ادائیگی واجب ہوگی اور یہ کہ نفع میں برابر شریک ہوں گے اور معاہدے میں مفاوضہ باہم سپردگی یک دگر کے الفاظ استعمال کریں گے اور اس کے مفہوم کی گہرائی بتا دی جائے گی۔ پس شرکار میں سے ہر ایک مطالبات اور واجبات یعنی لین دین کی ذمہ داری میں دوسرے کا وکیل ہوگا۔

شرکت وجوہ کی دوسری صورت عنان ہے جس میں یہ تمام قیود عائد نہ کی جائیں گی یعنی دونوں باہمی کفالت قبول نہ کریں گے اور جو مال انہوں نے خریدا ہے ان میں باہم کمی بیشی ہو۔ مثلاً ایک شریک صرف ایک چوتھائی مال خریدے اور دوسرا باقی تمام مال تین چوتھائی خریدے اور ایسی کوئی شرط نہ ہو جس سے مفاوضت باہم سپردگی یک دگر سمجھی جائے[۲۳]

خلاصہ کلام یہ ہے شرکت مفاوضہ یعنی تفویض بمعنی مساوات سے ہے یعنی ہر چیز میں برابر ہونا اس کی صحت کے لیے چند شرائط ہیں۔ ۱۔ شرکت مفاوضہ وکالت اور کفالت ہر دو کو متضمن ہے یعنی شریکین میں ہر ایک دوسرے کا وکیل بھی ہو اور اس کی طرف سے کفیل بھی ہو تاکہ مقصود یعنی خرید کردہ شی میں شراکت کا واقع ہونا متحقق ہو سکے کیونکہ ایک شریک نے جو چیز خرید کی اس کو دوسرے کی ملک میں اسی وقت داخل کر سکتا ہے جب اس کو اس کی ولایت حاصل ہو اور یہاں ولایت وکالت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

۲۔ دونوں شریک مال میں برابر ہوں۔ ۳۔ تصرفات میں برابر ہوں۔ ۴۔ دین میں برابر ہوں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ائمہ ثلاثہ شرکت مفاوضہ کے قائل نہیں ہیں۔ امام مالکؒ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے

کہ لا اعرف ما المفاوضۃ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ اس میں مجہول الجنس کی وکالت اور کفالت ہوتی ہے۔ اور یہ جائز نہیں۔ لیکن استحساناً جائز ہے اور وجہ جواز تعامل الناس ہے کہ عام طور پر اسی قسم کا معاملہ بلا نکیر کیا جاتا ہے اور تعامل ناس کے سامنے قیاس متروک ہوتا ہے۔ رہا مجہول الجنس کی وکالت کا ناجائز ہونا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وکالت بالمجہول گو قصداً جائز نہیں لیکن ضمناً جائز ہے۔ جیسے بضمن مضاربت مجہول شئ کی خریداری کی وکالت ہوتی ہے۔ دوسری قسم شرکت عنان ہے جو صرف متضمن وکالت ہوتی ہے اس میں دونوں شریکوں کا مال اور نفع برابر ہو یا کم و بیش دونوں تجارت کریں یا صرف ایک۔ بہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر پورا نفع کسی ایک کے لیے قرار دیا گیا تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں شرکت نہیں رہتی بلکہ بضاعت یا قرض ہو جاتا ہے۔ اگر پورا نفع عامل کے لیے ہو تو قرض اور صاحب مال کے لیے ہو تو بضاعت اور اگر شریکین میں سے ہر ایک کے بعض مال کے ذریعے ہو تب بھی شرکت صحیح ہے۔ کیونکہ شرکت عنان میں مساوات شرط نہیں نیز مختلف الجنس کے ساتھ بھی صحیح ہے۔ کیونکہ ہمارے یہاں عنان کے لیے اختلاط بھی شرط نہیں۔

شرکت عنان میں منافع کی تقسیم نیز زائد نفع کی شرط کا حکم

شرکت عنان میں منافع باہم شرائط کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر شرکت فاسد ہو گئی تو راس المال کی مقدار پر منافع تقسیم کیا جائے گا اور اگر شریک نے اپنے لیے زائد نفع کی شرط لگائی ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

چونکہ شرکت عنان میں مساوات شرط نہیں ہے بلکہ باہمی شرائط کے مطابق یہ شرکت طے پاتی ہے تو منافع بھی باہمی شرائط کے مطابق تقسیم ہوگا۔

اگر کسی وجہ سے شرکت فاسد ہو جائے تو اس میں جو نفع ہوگا وہ مال کی مقدار کی نسبت سے ہوگا۔ اگرچہ زائد کی شرط کر لی گئی ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ حنفی فقہاء کے نزدیک شرکت میں نفع کی تقسیم کے لیے سرمایوں کی نسبت کی پابندی ضروری نہیں بلکہ شرکاء باہمی رضامندی سے نفع کی تقسیم کے لیے جو نسبتیں بھی چاہیں طے کر سکتے ہیں۔ جائز ہے کہ دو شرکاء کے سرمائے برابر ہوں اور نفع میں ایک کا حصہ دوسرے سے زیادہ ہو[۳۵] امام زفر اور امام شافعی زائد منافع کی شرط کو برابر سرمائے کی صورت میں جائز نہیں سمجھتے

لیکن احناف کے نزدیک نفع کا استحقاق کبھی سرمایہ کی بنا پر ہوتا ہے اور کبھی کاروباری عمل کی وجہ سے۔ چنانچہ نفع کا استحقاق شرط پر منحصر کر لینے میں کوئی حرج نہیں[35] علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں نفع کا استحقاق شرط پر مبنی ہے چنانچہ دونوں شریکوں میں سے ہر ایک اس حصہ کا مستحق ہوگا جواز روئے شرط اس کے لیے طے پایا ہو[36]

علامہ کاسانی لکھتے ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نفع کا استحقاق یا تو سرمایہ کی بنیاد پر ہوتا ہے یا عمل کی بنیاد پر یا ضمان یعنی ذمہ داری کی بنیاد پر۔۔۔۔۔۔۔ پس معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک سبب اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ نفع کا حق دار بن سکے۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے نزدیک نفع کا استحقاق کبھی سرمایہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی کاروباری عمل کی وجہ سے اور کبھی مالی ذمہ داری کی وجہ سے خواہ دونوں فریق کاروباری اعمال بجا لائیں یا صرف ایک فریق۔ نفع ان دونوں کے درمیان طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم پائے گا کیونکہ شرکت میں کاروباری عمل کی بنیاد پر نفع کے استحقاق کے لیے عمل کا شرط ہونا کافی ہے بالفعل محنت کرنا ضروری نہیں[37] حنبلی فقہاء کی بھی یہی رائے ہے کہ شرکت عنان یعنی دو افراد کے اپنے سرمایوں کے ساتھ کاروبار میں شریک ہونے کی صورت میں یہ جائز ہے کہ سرمایوں میں تفاوت کے باوجود نفع کے حصول کو برابر رکھیں۔ یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ نفع کاروباری اعمال کی بنیاد پر ہوتا ہے اس لیے جب دونوں فریق کاروباری اعمال انجام دے رہے ہوں تو جائز ہوگا کہ نفع کی تقسیم میں ایک کا حصہ دوسرے سے زیادہ ہو[38] ہاں اگر شرکت فاسد ہو جائے تو راس المال کی مقدار پر منافع تقسیم کیا جائے گا۔

بحر الرائق[؟] ابن نجیم لکھتے ہیں: والربح فی شرکۃ الفاسدۃ بقدر المال وان شرط الفضل لان الربح فیہ تابع للمال فیقدر بقدرہ کما الربح تابع للزرع فی المزارعۃ والزیادۃ انما تستحق بالتسمیۃ وقد فسدت فبقی الاستحقاق علی قدر راس المال أفاد بقولہ بقدر المال انہا شرکۃ فی الاموال فلو لم یکن من احدہما مال وکانت فاسدۃ فلا شی لہ من الربح[39]

مذکورہ بالا عبارت کا اجمال یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے شرکت فاسد ہو جائے تو اس میں جو نفع ہوگا وہ مال کی مقدار کے بموجب ہوگا اگرچہ زائد کی شرط کر لی گئی ہو۔ اب اگر سب مال ایک ہی شریک کا

ہو تو دوسرے شریک کو اس کی محنت کی اُجرت دی جائے گی۔ قنیہ میں ہے کہ ایک شخص کشتی کا مالک ہے اس نے اپنے ساتھ چار شخص شریک کئے اس شرط پر کہ وہ کشتی چلائیں اور جو نفع ہو اس کا پانچواں حصہ مالک کا اور باقی چاروں کے درمیان برابر تو یہ شرکت فاسد ہے جو کچھ نفع ہوگا وہ سب مالک کا ہوگا اور ان چاروں کے لیے واجبی مزدوری ہوگی۔ فقہاء کے نزدیک شرکت فاسدہ کی تعریف یہ ہے جس میں صحت شرکت کی شروط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے جو چیزیں مباح الاصل ہیں جیسے لکڑی، شکار وغیرہ ان کے حاصل کرنے میں شرکت صحیح نہیں کیونکہ شرکت متضمن وکالت ہوتی جیسے مذکور ہو چکا ہے اور مباح اشیاء کی تحصیل میں وکالت متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ مباح چیزوں کا خود موکل مالک نہیں ہوتا تو اپنی جگہ دوسرے کو قائمقام کرنے کا بھی مالک نہ ہوگا۔ ایک شخص نے کوئی مباح چیز حاصل کی اور دوسرے نے اس کی اعانت کی تو وہ حاصل کرنے والے کی ہوگی اور اعانت کرنے والے کی جتنی واجبی مزدوری مروجہ دستور کے مطابق ہوتی ہے اتنی مزدوری ملے گی۔ یہ حکم امام محمدؒ کے نزدیک ہے جس کے متعلق حموی نے مفتاح سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ کے لیے یہی مختار ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی مُعین کو اُجرت ہی ملے گی لیکن حاصل کردہ شئی کی نصف قیمت سے زیادہ نہ دی جائے گی۔ غایۃ البیان میں ہے کہ یہ قول مبنی بر استحسان ہے۔[۴۰]

شرکت میں نقصان ہو جانے کی صورت میں بقدر سرمایہ نقصان برداشت کرنا ہوگا:

شرکت میں اگر کسی شریک کی جانب سے تعدی اور قصور کے بغیر نقصان واقع ہو جائے یا مال ضائع ہو جائے تو وہ راس المال کے اندازہ پر شرکاء پر تقسیم ہوگا۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ مشترکہ کاروبار میں نقصان ہو جانے کی صورت میں یہ نقصان شرکاء سرمایہ کو اپنے لگائے ہوئے سرمایوں کے اندازہ پر برداشت کرنا ہوگا۔ الشرکات فی الفقہ میں ہے کمی یا نقصان کو ہمیشہ اصل سرمایہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ تمام ائمہ اربعہ اختلاف مسلک کے باوجود اس اصول پر متفق ہیں۔ اس اصول کے خلاف طے کی ہوئی شرط فاسد قرار پائے گی اور نافذ نہ کی جاسکے گی۔[۴۱]

اگر کاروبار میں نقصان ہو تو اسے اصل سرمائے میں کمی واقع ہونا قرار دیا جائے گا۔ اور صرف صاحب سرمایہ کو برداشت کرنا ہوگا۔[۴۲]

مالکی فقیہ احمد الدردیر لکھتے ہیں شرکت میں نفع اور نقصان دونوں شریکوں کے درمیان ان کے سرمایوں کے مطابق تقسیم پائے گا[۱۳۳]

شافعی مکتب فقہ کا اصول بھی یہی ہے کہ نفع اور نقصان دونوں سرمایوں کی مقدار کے مطابق تقسیم ہوگا خواہ شرکا کے کاروباری اعمال برابر ہوں یا اُن میں فرق ہو اگر وہ اس کے خلاف تقسیم کا کوئی اور اصول طے کرتے ہیں تو معاہدہ فاسد ہو جائے گا[۱۳۴]

فہرست کتب برائے حوالہ جات

۱۔ القرآن سورۃ النساء آیت : ۲۹

۲۔ القرآن سورہ ۴ : ۱۲

۳۔ ابوداؤد باب الشرکۃ والمضاربۃ

۴۔ محمد بن اسماعیل ۔ سبل السلام ج ۳ ص ۶۴ مکتبہ دار احیاء التراث العربی لبنان بیروت۔

۵۔ خلیل احمد، بذل المجہود فی حل ابی داؤد ۔ ج ۴ ص ۲۵۳ مکتبہ یحیویہ مظاہر العلوم سہارنپور

۶۔ ابن قدامہ ۔ المغنی ج ۵ ۔ ص ۳ ، مکتبہ ریاض الحدیثہ مملکت سعودی عرب ۱۹۸۱ء

۷۔ برہان الدین المرغینانی ، الہدیہ ج ۳ ص ۲۵۷ مکتبہ امدادیہ ملتان

۸۔ ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی ۔ بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ج ۲ کتاب الشرکۃ ص ۱۹۰

۹۔ بدایۃ المجتہد والنہایۃ المقتصد ج ۲ کتاب الشرکۃ ص ۱۹۰

۱۰۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری ، اسلام کا قانون تجارت ص ۱۲۷ ، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔

۱۱۔ علامہ شمس الحق افغانی بحوالہ شرعی ضابطہ دیوانی ص ۳۸ کتاب المعاملات ص ۶۹۴
ادارہ نشر و اسلامیات ملتان

۱۲۔ علامہ عبدالرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۳ ص ۹ ، علماء اکیڈمی لاہور

۱۳۔ محمد علی صدیقی کاندھلوی ، معالم القرآن ج ۲ ص ۲۹۰ ۔ ۲۹۱

۱۴۔ اختر عباس ، توضیح مسائل ص ۴۳۴ مکتبہ ناصر لاہور

۱۵۔ اختر عباس توضیح مسائل ص ۴۳۵ مکتبہ ناصر لاہور

۱۶ ۔ شمس الدین السرخسی : المبسوط ج ۱۱ص ۱۵۴ ، مکتبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۹۸۷ء

۱۷ ۔ المبسوط للسرخسی ج ۱۱ص ۱۵۴ ۔ ۱۵۵

۱۸ ۔ اسلام کا قانون تجارت ص ۱۲۹

۱۹ ۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ج ۳ ص ۱۰

۲۰ ۔ ابی بکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی : الجوہرۃ النیرہ ج ۱ ص ۳۴۸ مکتبہ امدادیہ ملتان

۲۱ ۔ توضیح المسائل ص ۴۳۴

۲۲ ۔ بحوالہ شرعی ضابطہ دیوانی کتاب المعاملات ص ۴۶۹

۲۳ ۔ کتاب الفقہ ج ۳ ص ۱۱

۲۴ ۔ المبسوط للسرخسی ج ۱۱ص ۱۵۵

۲۵ ۔ محمد حنیف گنگوہی ۔ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۴۶۳ ، مکتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۶ ۔ پروفیسر ڈاکٹر تاسیگ ۔ پرنسپلز آف اکنامکس ج ۲ ص باب ۶

۲۷ ۔ اسلام کا قانون تجارت ص ۱۳۰

۲۸ ۔ توضیح المسائل ص ۴۳۴

۲۹ ۔ کنز الدقائق مع شرح معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۶۲ ، متن عبارت

۳۰ ۔ معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۶۳

۳۱ ۔ کنز الدقائق مع شرح معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۶۲ ، متن عبارت

۳۲ ۔ ایضاً // ج ۱ ص ۴۶۲ ، متن عبارت

۳۳ ۔ کتاب الفقہ ج ۳ ص ۹ تا ۱۱ ، (تلخیص)

۳۴ ۔ معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۶۲ ۔ ۴۶۳

۳۵ ۔ الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۳۴۷

۳۶ ۔ المبسوط للسرخسی ج ۱۱ص ۱۵۷

۳۷ ۔ علاؤالدین کاسانی ۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۔ ج ۶ ص ۶۲۔۶۳ ، سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱۹۸۶ء

۳۸ ۔ ابن قدامہ ۔ المغنی ج ۵ ص ۱۴۰

۳۹ ۔ ابن نجیم بحرالرائق ج ۵ ص ۱۹۸ ، الطبع الاولی، مکتبہ علمیۃ لاہور

۴۰ ۔ معدن الحقائق ج ا ص ۴۶۵

۴۱ ۔ علی الخفیف ۔ الشرکات فی الفقہہ الاسلامی ص ۵۵ ، طبع دار نشر للجامعات المصریہ قاہرہ ۱۹۶۳ء

۴۲ ۔ الشرکات فی الفقہہ الاسلامی ص ۴۷

۴۳ ۔ احمد الدردیر الشرح الصغیر ج ۲ ص ۱۵۷ ، مکتبہ مصطفی البابی مصر ۱۳۴۰ھ

۴۴ ۔ یحیی بن اشرف النووی ۔ منہاج الطالبین ۔ ص ۵۶ ، مکتبہ دار احیاء المکتب العربیہ قاہرہ ۱۳۴۳ھ